یوروپی یونین کی اب کون اور کیوں سنے گا؟

صبیح احمد

غزہ میں بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزیوں کے لیے اسرائیل کو جوابدہ ٹھہرانے میں یوروپی یونین کی ناکامی نے بین الاقوامی قوانین، جمہوریت اور انسانی حقوق کی اقدار کا محافظ ہونے کے ان کے دعووں کی پول کھول کر رکھ دی ہے۔ دنیا کے جنوبی خطے کی جانب سے یوروپ پر دوہرے معیار اپنانے کے الزامات سخت اور تیزی سے سامنے آرہے ہیں کیونکہ جہاں اسرائیل کے ذریعہ غزہ کی تباہی کے خلاف آواز بلند کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کی جارہی ہے، وہیں یوکرین پر روسی حملے کی یوروپ کی جانب سے واضح مذمت کی جارہی ہے۔ صورتحال یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب اگر مغربی ملکوں کے سیاست داں بین الاقوامی قوانین پر معیار کر کیں گے یا بات کریں گے تو کرۂ ارض کے جنوبی حصے میں کوئی بھی آدمی شاذ و نادر ہی ان کی باتوں کو سننے کے لیے تیار ہوگا۔ اس طرح کا تاثر عام ہوتا جارہا ہے جو بریکس کے لیے انتہائی تشویش کا باعث ہے۔

غزہ میں اسرائیل کی بے لگام درندگی کی مذمت کرنے میں یوروپ کی اجتماعی ناکامی نے حالات کو مزید سنگین بنا دیا ہے۔ یوروپی یونین اسرائیل کا سب سے بڑا تجارتی شراکت دار ہے، لیکن یوروپی یونین-اسرائیل تجارتی معاہدے کی معطلی کے انسانی حقوق کے گروپوں کی جانب سے کیے گئے مطالبات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا ہے، حالانکہ اس میں ایسی شق موجود ہے جو اس طرح کی کارروائی کی اجازت دے گی۔ یوروپی یونین کے ممالک نیتن یاہو کی حکومت کو اس کے باوجود اسلحہ کی فروخت جاری رکھے ہوئے ہیں کہ اس کی فوج کی بمباریوں نے پورے پورے خاندانوں، کمیونٹیز، اسپتالوں اور یونیورسٹیوں کو تباہ کر دیا ہے اور بھوک سے بچنے کے لیے بنگامی خوراک کی امداد پہنچانے والے انسانی ہمدردی کے کارکنوں تک کو ہلاک کر دیا ہے۔ یہ دوغلا پن نہیں تو اور کیا ہے کہ 7 اکتوبر کے حماس کے حملے کا شدتاً انگیزی سے تعبیر کرتے ہوئے غزہ پر اسرائیلی حملے کے حق میں جواز پیش کیے جارہے تھے لیکن ایرانی سفارت خانہ کو یکم اپریل کے اسرائیلی حملے کے حوالے سے عالمی رائے عامہ بالکل مختلف نظر آرہی ہے۔

> **یوروپی یونین کی ساکھ کو ناقابل تلافی نقصان ہونے کا خطرہ لاحق ہے۔ یہاں تک کہ غزہ میں ہونے والے قتل عام کو اب بہت سے یوروپی شہری کسی کشی کے طور پر دیکھتے ہیں، لیکن ان کی حکومتیں اس نظریے کی نمائندگی نہیں کر رہی ہیں۔ جنوبی خطہ میں بہت سے لوگوں کے لیے یہ رویہ ناقابل معافی ہے۔**

اسرائیل کو اپنے دفاع کا مکمل حق حاصل تھا لیکن ایران کو یہ حق حاصل نہیں، آخر کیوں؟ بلکہ اسرائیل ٹھکانوں پر ایران کے 13 اپریل کے حملے کو جارحیت قرار دینے پر پورا زور صرف کیا جارہا ہے۔ صدر بائیڈن نے تو اس حملے کے بعد اسرائیل کے لیے غیر معمولی امداد کی تجویز پیش کر دی ہے۔

اسرائیل نے غزہ کو موت، مصائب اور بھوک کے انکلیو میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ لیکن یہ ابھی تک اپنے کسی بھی مقصد کو پورا کرنے سے بہت دور ہے، جس میں حماس کا خاتمہ اور یرغمالیوں کی رہائی شامل ہے۔ 7 اکتوبر کے بعد دو مہینے تک یہ جنگ بندی کا مطالبہ کرنے والی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں کو بار بار ویٹو کیا ہے اور دوسری جانب اسرائیل کو ہتھیاروں کی فراہمی مسلسل جاری ہے۔

وقت کا تقاضا ہے کہ یوروپی یونین کو خارجہ پالیسی کی ایک سپر پاور کی طرح کام کرنا شروع کر دینا چاہیے نہ صرف امریکہ سے آزاد ہو کر بلکہ اگر ضرورت پڑے تو اس کا ہاتھ موڑنے سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے۔ غزہ میں امریکہ خوفناک کھیل میں مصروف ہے۔ یوروپی یونین آزادانہ طور پر کام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور بغیر جنگ جاری رکھنے پر مصر ہے۔ بائیڈن انتظامیہ نے غزہ میں جنگ بندی کا مطالبہ کرنے والی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں کو بار بار ویٹو کیا ہے اور دوسری جانب اسرائیل کو ہتھیاروں کی فراہمی مسلسل جاری ہے۔

یہ کوئی راز نہیں کہ یوروپی یونین کو خارجہ پالیسی کی ایک سپر پاور کی طرح کام کرنا شروع کر دینا چاہیے نہ صرف امریکہ سے آزاد ہو کر بلکہ اگر ضرورت پڑے تو اس کا ہاتھ موڑنے سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے۔ غزہ میں امریکہ خوفناک کھیل میں مصروف ہے۔ یوروپی یونین آزادانہ طور پر کام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور جنوبی افریقہ فلسطینیوں کے خلاف نسل پرستی کا الزام لگاتے ہوئے اسرائیل کو ٹھٹھیرتے ہوئے عالمی عدالت انصاف میں لے گیا۔ وہ بن بازیل کے صدر لولا ڈی سلوا نے یہ کہتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں کہ اسرائیل نسل کشی کر رہا ہے۔ کئی مغربی شہروں میں بڑے پیمانے پر مظاہرے دیکھنے میں آرہے ہیں لیکن ان کی حکومتیں خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں۔ عالمی غم و غصے کے باوجود وزیر اعظم نیتن یاہو اور ان کی کابینہ کے ساتھی بنیادی طور پر امریکہ اور مغرب کی حمایت کے دوسے کسی حقیقی نتائج کا سامنا کیے بغیر جنگ جاری رکھنے پر مصر ہیں۔ بائیڈن انتظامیہ کو ایک ایسی سخت عملی کو متبدل کرنے پر مجبور کر سکتی ہے جو شہریوں کی زندگیوں کے تحفظ میں مکمل طور پر ناکام رہی ہے۔ یوروپی یونین کو اب اسے روکنے اور جنگ کو ختم کرنے کے لیے اپنا حصہ عوامی طور پر میز پر رکھنا چاہیے۔ اگر ضرورت پڑی تو اتفاق رائے کی تکنہ غیر موجودگی میں انفرادی طور پر یوروپی ممالک کو مربوط طریقے سے کام کرنا چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ یوروپ ممکنہ طور پر کیا کر سکتا ہے؟ یوروپ کے پاس کیا خاص ہے جو امریکہ کے پاس نہیں؟ جنگ کے خلاف زیادہ مضبوط پوزیشن لے کر اور ٹھوس پالیسی متبادل کے ساتھ سامنے آکر یوروپی یونین کی ساکھ کو کافی تلافی نقصان ہونے کا خطرہ لاحق ہے۔ یہاں تک کہ اسرائیل کے سب سے مضبوط یوروپی اتحادی جرمنی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ غزہ میں ہونے والی انسانی تباہی پر بے چین ہے لیکن بے چینی کے اس طرح کے قومی اظہار یوروپی یونین کی اجتماعی ناکامی کو مزید اجاگر کرتے ہیں۔ وہ غیر ملکی امدادی کارکنوں کی ہلاکتوں پر مغربی غم و غصے اور فلسطینیوں کے مصائب پر خاموش ردعمل کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہیں۔ وہ اس مجموعی تاثر کو مٹانے کے لیے کچھ نہیں کرتے کہ یوروپ کے لیے فلسطینیوں کے مقابلے اسرائیلیوں کے انسانی حقوق اور زندگیاں زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ یوروپی یونین کی ساکھ کو ناقابل تلافی نقصان ہونے کا خطرہ لاحق ہے۔ یہاں تک کہ غزہ میں ہونے والے قتل عام کو اب بہت سے یوروپی شہری کسی کشی کے طور پر دیکھتے ہیں، لیکن ان کی حکومتیں اس نظریے کی نمائندگی نہیں کر رہی ہیں۔ جنوبی خطہ میں بہت سے لوگوں کے لیے یہ رویہ ناقابل معافی ہے۔

sasalika786@gmail.com

چند سکوں کیلئے فرض اور انسانیت بھولتے ڈاکٹر!

ایم اے کنول جعفری

صحت مریض کو علاج کی ضرورت پڑتی ہے۔ حالاں کہ پیشے میں ایمانداری اور فرض کی ادائیگی کے لیے اسناد اور ڈگریاں حاصل کرنے والے زیادہ تر ڈاکٹروں کی کہانیاں اور کارنامے پوشیدہ نہیں ہیں، پھر بھی حالات اور مجبوری مریض کو صحت کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے ڈاکٹروں کی کھینچ کر پہنچا دیتی ہے۔ انہیں دواؤں اور فارمولوں کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات تو ہوتی نہیں، یہ نیز بھی آدھا ادھورا لکھتے ہیں۔

انڈین کونسل آف میڈیکل ریسرچ (آئی سی ایم آر) کی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ 45 فیصد ڈاکٹر نامکمل نسخے لکھ رہے ہیں، جو مریضوں کی صحت کے ساتھ دھوکہ اور فریب ہے۔ او پی ڈی میں مریضوں کی ابتدائی تفتیش کے بعد صلاح دینے والے ڈاکٹر جلد بازی میں انتہائی غفلت برت رہے ہیں۔ ملک کے 13 مشہور اسپتالوں کی سروے رپورٹ کی بنیاد پر مرکزی حکومت اس پر قدم اٹھانے کے لیے کوئی سخت قدم اُٹھا سکتی ہے۔ 2019 میں آئی سی ایم آر نے ادویات کے عقلی استعمال کو لے کر ایک ٹاسک فورس تشکیل دی تھی۔ اس کی نگرانی میں اگست 2019 سے اگست 2020 کے دوران دہلی ایمس، صفدر جنگ اسپتال، بھوپال ایمس، بڑودہ میڈیکل کالج، ممبئی بی ایس ایم سی، گریٹر نوئیڈا میں واقع سرکاری میڈیکل کالج اور ہی ایم سی ویلور، پی جی آئی چنڈی گڑھ اور امرا کا ناگمی میڈیکل کالج پٹنہ وغیرہ اسپتالوں میں سروے کرایا گیا۔ ان میں 7,800 مریضوں کے پرچے لے کر 4,838 نسخوں کا جائزہ لیا گیا۔ 2,171 نسخوں میں خامیاں پائی گئیں۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ ان میں 475 یعنی تقریباً 9.8 فیصد نسخے پوری طرح غلط پائے گئے۔ یہ بات بھی سامنے آئی کہ زیادہ تر مریضوں کو پنٹا پرزول، ریبو پرزول، ڈوم پیری ڈون اور اینزائم دوائیاں لینے کی صلاح دی گئی، جب کہ اوپری سانس کی نالی کے انفیکشن اور ہائی بلڈ پریشر کے نسخے سب سے زیادہ غلط پائے گئے۔ اتنے پر ہی بس نہیں، یہ نسخے لکھنے والے بھی ڈاکٹر پوسٹ گریجویٹ ہونے کے علاوہ ماہر امراض ہیں اور پریکٹس کرتے ہوئے 4 سے 18 برس ہو چکے ہیں۔ نسخوں میں دوا کی خوراک، دوا کا دورانیہ، دوا کے اوقات اور دوا کا فارمولا (تشکیل) وغیرہ کی معلومات مریض کو نہیں دی گئیں۔

ادارہ عالمی صحت (ڈبلیو ایچ او) نے 1985 میں عقلی نسخوں سے متعلق بین الاقوامی رہنما اصولوں کو نافذ کیا تھا۔ اس کے باوجود مریضوں کو 50 فیصد ادویات نامناسب طریقے سے دینے کے خدشات ہیں۔ زیادہ تر مریضوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون سی دوا کس پریشانی کی وجہ سے دی جارہی ہے اور اس کا استعمال کب تک کیا جانا ہے؟ طبی پریکٹس میں مریضوں کا علاج اصولوں کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ ہندوستان کے علاوہ بڑی دنیا میں طبی قوانین کی پیروی کی جاتی ہے۔ مکمل طور پر غلط پائے گئے نسخوں میں کوئی بھی ہندوستانی قوانین کے مطابق نہیں پایا گیا۔ 475 نسخوں کے تجزیے میں پتہ چلا کہ وہ سب پوری طرح غلط ہیں۔ یہ کچھ امریکہ تو کچھ برطانیہ کی گائیڈ لائن پر مبنی ہیں۔ 64 نسخے امریکن ایسوسی ایشن آف فیملی فزیشین کے رہنما خطوط پر مبنی پائے گئے تو 54 امریکن کالج آف ریومٹولوجی سے متعلق تھے۔ 24 امریکن ہارٹ ایسوسی ایشن کے رہنما اصولوں پر مبنی تھے تو 8 امریکن ڈائے بیٹیز ایسوسی ایشن کے رہنما اصولوں پر عمل پیرا تھے۔ 198 دیگر غیر ممالک کی طبی تنظیموں کی رہنما ہدایات پر مبنی تھے۔

پانچ چھ دہائی قبل تک طب کو خدمت خلق کا ذریعہ اور بے حد ایمان دارانہ شعبہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ اطباء مریضوں کا جی جان سے علاج کرتے تھے۔ حکیموں اور ڈاکٹروں پر بہت بھروسہ ہوتا تھا۔ طبی سہولتیں کم ہونے کے باوجود مریض کے علاج میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی جاتی تھی۔ مریض کی برابر دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ دوا میں تبدیلی کی نوبت آتی تو بروقت تبدیلی کی جاتی تھی۔ پیچیدگیوں ہونے پر بھی علاج سے منحرف نہیں ہوتے تھے۔ لوگ ڈاکٹر کو مسیحا اور بھگوان کا روپ مانتے تھے۔ اسپتال کم تھے، لیکن مریضوں کی سہولیات کا دھیان رکھا جاتا تھا۔ پیشے اور فرض کے مقابلے پیسے کی چاہت اور خود غرضی نہیں تھی۔ آج سب کچھ بدل چکا ہے۔ خدمت کا جذبہ ختم ہو چکا ہے۔ طب کا شعبہ صرف اور صرف پیشہ بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ سرکاری اور بڑے نجی اسپتالوں میں ٹریڈ اور قابل گپا ڈٹروں اور نرسوں کی تعیناتی کی جاتی ہے لیکن چھوٹے اسپتالوں میں ایسا نہیں ہے۔ سرکاری چھوٹے اسپتالوں میں ڈاکٹروں اور اسٹاف کی کمی کا رونا رویا جاتا ہے تو پرائیویٹ اسپتالوں میں نہ ڈاکٹر ہوتے ہیں اور نہ ہی قابل اسٹاف۔ اسپتالوں کا بھاری بھرکم بل ادا کرنا اور ماہر ڈاکٹروں کی خدمات لینا مریض کی جیب پر بھاری پڑتا ہے۔ 198 دیگر غیر ممالک کی طبی تنظیموں کی رہنما ہدایات پر مبنی تھے۔

> **ادارہ عالمی صحت (ڈبلیو ایچ او) نے 1985 میں عقلی نسخوں سے متعلق بین الاقوامی رہنما اصولوں کو نافذ کیا تھا۔ اس کے باوجود مریضوں کو 50 فیصد ادویات نامناسب طریقے سے دینے کے خدشات ہیں۔ زیادہ تر مریضوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون سی دوا کس پریشانی کی وجہ سے دی جارہی ہے اور اس کا استعمال کب تک کیا جانا ہے؟**

جائزہ امراض ڈاکٹروں کے نام لکھے جانے کا رواج بڑھ گیا ہے، لیکن یہ اسپتال یا جیبھروں میں موجود نہیں ہوتے۔ اسپتالوں میں ضرورت پڑنے پر ان کی خدمات لی جاتی ہیں۔ ان ماہر امراض کو بیمار کے مرض کی صورت حال کے حساب سے بلایا کیا جاتا ہے۔ مردہ گھنٹے بعد مریض کے بیڈ تک آکر خیر خبر لینے والے ڈاکٹروں کے ہر ہاؤنڈ کی فیس مریض کے خرچ میں ڈال دی جاتی ہے۔ مریض کو دوا اسپتال کے میڈیکل اسٹوروں سے پرنٹ ریٹ پر دی جاتی ہے۔ جس کمپنی کی دوائیں لکھی جاتی ہیں، وہ اسپتال کے باہر دستیاب نہیں ہوتیں۔ دستیاب ہوں بھی کیسے؟ باہر کے میڈیکل اسٹوروں کے کیسٹ ان کمپنیوں کے نام تک سے ناواقف ہوتے ہیں۔ مریض کے لیے بیچ پر جو نسخہ تجویز کیا جاتا ہے، اس کی تحریر آدھی ادھوری ہوتی ہے۔ اُسے اسپتال میں موجود میڈیکل اسٹوروں کے کیمسٹوں کے علاوہ کوئی دوسرا پڑھ ہی نہیں پاتا۔ مریض یا اس کے تیمارداروں کو یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ ڈاکٹر نے کیا دوا لکھی ہے اور کیسٹ نے انہیں کیا دوا دی ہے؟ کئی مرتبہ ڈاکٹر کسی جانی مانی کمپنی کی دوا لکھ دیتے ہیں تو کیسٹ اس کا متبادل دے کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اچھی کمپنی کی دوا میں زیادہ منافع نہیں ہوتا، جب کہ بے نام کمپنی کی دوا میں جان ہو یا نہ ہو، بچت خوب ہوتی ہے۔ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ اب اسپتال خدمات کے مراکز نہیں رہ کر لوٹ کھسوٹ اور سودے بازی کے اڈوں کی طرح کام کرنے لگے ہیں۔ آنکھ میں لینس ڈلوانے، گردے، مثانے، پت کی تھیلی یا پیشاب کی نالی میں موجود پتھری نکالنے یا گردہ نکالنے اور لگانے سمیت زیادہ تر امراض میں پیکیج (تھیلے) کے نام پر دھندہ شروع ہو گیا ہے۔ اس بنا پر مریض یا تیمارداروں کا ڈاکٹروں کے اوپر سے بھروسہ مسلسل کم ہوتا جارہا ہے۔ کئی مرتبہ مریض کی موت ہو جاتی ہے، لیکن تیمارداروں سے پیسے بنانے کے لیے ڈاٹی سی یو میں داخل مریض کو وُدر سے دکھا کر اپنا اُلو سیدھا کیا جاتا ہے۔ کوئی افاقہ ہوتے نہیں، وہ مریض گوگھر لے جانے کے اصرار پر ان کے حوالے لاش کی جاتی ہے۔ علاج کے دوران مریض کی موت ہو جانے اور پیسے گھر پڑنے کی صورت میں بل ادا ہونے تک لاش اُٹھانے نہیں دی جاتی۔ زیادہ پیسہ وصولنے کے لیے نارمل ڈیلیوری کو سنگین بتا کر بڑا آپریشن کرنا عام ہو گیا ہے۔ قصائی خانوں میں تبدیل کئی اسپتالوں میں جہاں مریض کے ساتھ ہر وقت کھلواڑ ہو تا ہے، وہیں تیمارداروں کو پوری طرح پھنجنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی جاتی۔ شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں جہاں تہاں اسپتال اور کلینک چلا رہے ڈاکٹروں میں زیادہ تر جھولا چھاپ ہیں۔ کچھ دنوں کسی ڈاکٹر یا بھی اسپتال میں کیا ڈیوٹی سیکھ کر اپنے اسپتال کھولنے والے یہ نام نہاد اور ظاہری شان والے ڈاکٹر محکمہ صحت کی نظروں سے بچنے کے لیے اسپتال کے باہر ماہر امراض ڈاکٹروں کے نام اور ڈگریاں لکھ کر فریب کاری کے ذریعہ جائدی کا فنے میں لگے ہیں۔ حکومت اور وزارت صحت کی جانب سے جاری احکامات و قوانین کے باوجود مریضوں کی صحت سے کھلواڑ جاری ہے۔ موجودہ صورت حال پر قابو پانا ناممکن تو نہیں ہے، لیکن سیاسی پناہ اور اقتصادی قوت کی بنا پر مستقبل قریب میں سُدھار کی گنجائش کم ہی ہے۔

(مضمون نگار سنترمعانی اور ادیب ہیں)

jafrikanwal785@gmail.com

اقوال زریں

حضرت عثمان غنیؓ

- تجب ہے اس پر جو دوزخ کو سچ مانتا ہے، پھر بھی گناہ کرتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے۔
- اگر تو گناہ پر آمادہ ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا نہ ہو۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA NEW DELHI

انتخاب میں کالا دھن

الیکشن کمیشن، ملک کے انتخابی نظام کو بہتر بنانے کا دعویدار ہے اور کہا جارہا ہے کہ گزشتہ چھ برسوں کے دوران انتخابی نظام میں ایسی اصلاحات کی گئی ہیں جن سے پہلے کے مقابلے میں شفافیت میں اضافہ ہوا ہے لیکن اسی الیکشن کمیشن کے اعداد و شمار بتا رہے ہیں کہ انتخاب میں کالے دھن کا استعمال رکنا نہیں ہے بلکہ اس میں ماضی کے مقابلے کئی گنا اضافہ دیکھا جارہا ہے۔ یہ کالا دھن سیاسی جماعتیں اور ان کے امیدوار استعمال کر رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ کالے دھن کا استعمال کرنے والی سیاسی جماعتیں اس کے مضر اثرات سے واقف نہیں ہیں بلکہ وہ یہ اچھی طرح سمجھتی ہیں کہ کالا دھن ٹیکس حکام سے چھپائی گئی وہ کالی آمدنی، غیر قانونی اور غیر منظم معیشت ہے جو ملک کی عمومی معیشت کے متوازی چل کر ملک کے مالیاتی نظام کو تباہ کرتا ہے، کالا دھن زیر زمین معیشت بنا تا ہے جس سے قومی آمدنی اور جی ڈی پی سے متعلق اعداد و شمار کا درست اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے اور معیشت کی غلط تصویر ابھرتی ہے جرائم اور بدعنوانی کو فروغ ملتا ہے۔ سیاسی پارٹیاں اسے اپنا انتخابی ایشو بھی بناتی ہیں خود ہمارے وزیر اعظم نریندر مودی کالا دھن کے خلاف ہمیشہ تیغ بے نیام رہتے ہیں، 2014 میں تو انہوں نے غیر ملکوں سے کالا دھن واپس لا کر ہر ہندوستانی کو یوں ہی مفت میں 2-2 لاکھ روپے دینے کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن شومئی قسمت کہ اب تک نہ کالا دھن واپس آیا اور نہ حکومت یہ بتا پائی کہ ملک میں کتنا کالا دھن ہے۔

اس کے برخلاف الیکشن کمیشن نے بتایا ہے کہ یکم مارچ سے 13 اپریل 2024 تک یومیہ 100 کروڑ روپے کی مالیت بشمول نقدی ضبط کی جارہی ہے۔ لوک سبھا انتخاب کیلئے پولنگ شروع ہونے سے پہلے ہی 4650 کروڑ روپے کی ضبطی ہو چکی ہے۔ اس ضبطی میں 395 کروڑ روپے کی نقدی، 489 کروڑ روپے کی شراب، 2068 کروڑ روپے کی منشیات، 562 کروڑ روپے کی سونا اور چاندی جیسی دھاتیں اور 1142 کروڑ روپے کے تحائف شامل ہیں۔ ملک کی 75 سالہ تاریخ میں پہلی بار اتنی بھاری غیر قانونی مالیت کے مال و اسباب اور نقدی ضبط کی گئی ہے۔ 2019 کے لوک سبھا انتخابات کے دوران کل 3,475 کروڑ روپے ضبط کیے گئے تھے۔

تمل ناڈو میں سب سے زیادہ 53 کروڑ روپے، تلنگانہ میں 49 کروڑ روپے، مہاراشٹر میں 40 کروڑ روپے اور کرناٹک و راجستھان میں 35-35 کروڑ روپے سے زیادہ کی رقم ضبط کی گئی ہے۔ تمل ناڈو، مہاراشٹر، آندھرا پردیش، راجستھان اور آسام سونا، چاندی اور اسی طرح کی مہنگی دھاتوں کی ضبطی میں ٹاپ-5 میں ہیں۔ وفاقی ٹیکس تحائف تقسیم کرنے کے معاملے میں اگر ہم ملک کی ٹاپ 10 ریاستوں کی بات کریں تو راجستھان پہلے، مغربی بنگال دوسرے اور مہاراشٹر تیسرے نمبر پر ہے۔ ان کے بعد کرناٹک، بہار، گجرات، اوڈیشہ، مدھیہ پردیش، تمل ناڈو اور چھتیس گڑھ ہیں۔ جہاں سے الیکشن کمیشن کی ٹیموں نے فری ہینڈ کام پر سب سے زیادہ تحائف ضبط کیے ہیں۔

یہ اعداد و شمار بتا رہے ہیں کہ ملک میں کالے دھن کا استعمال کتنی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ کالا دھن ختم کرکے ملک کی معیشت کو مستحکم بنانے کی دعویدار سیاسی جماعتیں ہی اس استعمال میں پیش پیش ہیں۔ یہ صورتحال انتہائی تشویش ناک ہے، اس سے منصفانہ انتخاب سے جڑے کئی سوالات سامنے آتے ہیں بلکہ پورا انتخابی نظام سوالیہ نشان کے دائرے میں آجارہا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اتنی بھاری تعداد اور مقدار میں کالا دھن کہاں سے آرہا ہے؟ یہ صاف طور پر ہمارے موجودہ نظام سے پیدا ہونے والے اس بے حساب کالے دھن کا ہی ایک حصہ ہے جو سیاسی سرپرستی میں اکٹھا کیا گیا ہے تاکہ سیاسی اور انتخابی عمل کے دوران اس کا استعمال کیا جاسکے۔ سیاسی جماعتیں اور امیدوار اس کالے دھن کو ووٹ خریدنے کیلئے استعمال بھی کر رہے ہیں۔ یعنی حکومت سازی میں ووٹ، انتخاب اور انتخابی عمل کا سارا تحفہ آج یہی کالا دھن بنا ہوا ہے۔

ہر چند کہ الیکشن کمیشن نے 2010 سے انتخابی اخراجات کی حد بھی مقرر کر رکھی ہے لیکن سیاسی جماعتیں اس کی پابندی کرتی ہوئی نظر نہیں آتیں، اگر وہ اپنے اخراجات کمیشن کی مقررہ حد کے اندر رکھتیں تو کالے دھن کا یہ کرہ منظر سامنے نہیں آپاتا۔ اسے مقام حیرت ہی کہا جائے گا کہ ملک کی معیشت کو مستحکم کرنے، کالا دھن ختم کرکے بدعنوانی کو کچلنے کا دعویٰ کرنے والی سیاسی جماعتیں اور ان کے امیدوار خود ہی پیسہ کے زور پر لوگوں سے ووٹ کی خواہش مند ہیں۔ اب یہ فیصلہ عوام کو کرنا ہے کہ انہیں کالا دھن اور جرائم و بدعنوانی سے پاک معاشرہ چاہیے یا پھر ایسی حکومت جس کی سرپرستی میں ہندوستان کی معیشت کو کالا دھن کا گھن لگا ہوا ہو۔

edit2sahara@gmail.com

آئینہ

ایک اک وعدے کو میزان میں رکھ کر تولیں
جو سہی بات ہے میدان میں آ کر بولیں
سوتے رہنے سے کوئی بات نہیں بن سکتی
کل کو پچھتانے سے بہتر ہے کہ آنکھیں کھولیں

جگر نوگانوی

غزہ: تاریخ کی بڑی جنگ

مکرمی!

تاریخ میں بڑے بڑے معرے ہوئے ہیں، لیکن عصر حاضر میں طوفان الاقصیٰ نامی چھ ماہ سے جاری معرکہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہے اور رب العالمین ہی بہتر جانتے ہیں کہ کب تک جاری رہے گا، اسی کے حکم سے دشمن کی کمر ٹوٹے گی اور اس کا غرور خاک میں ملے گا۔

بہر حال اس وقت اس کرۂ ارض پر تیجہ روم کے کنارے آباد ننگ بنی غزہ نامی پٹی کے سواری دنیا سامراج کے زیر اقتدار وزیر اثر بلکہ محکوم ہے۔ ملک تباہی اور بھوک کے باوجود اہل غزہ میں مایوسی نام کو نہیں، اسرائیلی بموں اور توپوں کے دھماکوں کے درمیان استقبال رمضان کیلئے بچوں نے اپنے خیموں کو برقی قمقموں سے سجایا اور عیدالفطر کی تیاری بھی اسی جوش و خروش کے ساتھ کی، رمضان کے آخری عشرے کی تاریک راتوں میں سارا غرہ تلاوت قرآن پاک سے گونجتا رہا، جن کے اسلاف تلواروں کے سائے میں سجدے کیا کرتے تھے، ان کے اخلاف نے بھی بموں کی بارش تلے نماز تراویح ادا کی۔ غزہ میں سحر و افطار کی بھی اپنی امتیازی شان رہی، جنگلی گھاس سے بنی چٹنی کے ساتھ روٹی کے دونوالوں کی سحری اور افطار میں گھاس کا سوپ۔ اور سوپ کو خوش ذائقہ بنانے کے لیے اس پر چند قطرے لیموں کے چھڑک لیے۔ آب و نشی کے ذخائر یا تو تباہ ہو گئے یا بارود کی آمیزش کی بو سے بدبودار ہیں۔ چنانچہ نالوں اور جوہڑوں کے پانی کو چھان کر پینے کے قابل بنایا گیا۔ طاقت کی نفسیات آج بھی وہی ہے جو صدیوں پہلے تھی۔ ماضی میں بادشاہ ایک تماشگاہ میں اپنے غلاموں کو کئی دن بھوکے درندوں کے سامنے پھینک دیتے اور اپنے لیے تفریح طبع کا سامان کرتے تھے۔ آج کل فلسطین اس تماشگاہ سے کسی طرح کم نہیں۔ اس چیمبر میں عالمی قوتوں نے عام فلسطینیوں پر اسرائیلی بھیڑیوں کو چھوڑ دیا ہے اور خود تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ ان کی جو شی کا یہ عالم ہے کہ کوئی جنگ بندی کی کوشش کرتا ہے تو اس کا ہاتھ روک دیتے ہیں، پوری انسانیت اس صورت حال پر دل گرفتہ ہے کہ اس آتش کدے کو کیسے بجھایا جائے؟ جس کا ایندھن عام انسان ہیں۔ اس بار رمضان المبارک اور پھر عید ایسے موقع پر آئی ہے، جب کہ امت مسلمہ کے بدن کا ایک حصہ چھلنی ہے غزہ میں درندوں کے ہاتھوں چھ ماہ سے جاری قتل عام اور نسل کشی پر عالمی طاقتیں تو ہے بھی خاموش تماشائی ہیں مگر مسلم کا لبیل لگانے والے ممالک کو اس کی کوئی فرق نہیں پڑا ہے، ہر جگہ وہی موج مستی، خوشیوں کے شادیانے اور رقص و سرور کی محفلیں بھی ہوئی ہیں۔ گویا کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ جب کہ امت محمدیہ کے افضل ترین افراد کو صہیونی گاجر مولی کی طرح کاٹ رہا ہے۔ باقی چالیس ہزار سے زائد جو فلسطینی شہید اور لاپتہ ہو چکے ہیں، وہ گویا اس امت کے وجود کا حصہ ہی نہیں ہیں۔ خاص کر خلیجی اور عرب ممالک نے بے حسی کی جو چادر اوڑھ رکھی ہے، اسے شاید کوئی بڑا طوفان ہی بنائے گا۔ مسلم ممالک کے عوام کی اکثریت کو بھی کوئی فکر نہیں ہے، بیشتر تو فلسطینی قضیہ کے حوالے سے کچھ جانتے ہی نہیں ہیں، اس لیے عوامی سطح پر عید کی روایتی خوشیوں میں کچھ کمی تو کیا دکھائی دیتی بعض عرب ممالک میں انٹرٹینمنٹ کے نت نئے پروگرام چل رہے ہیں اور اس میں لوگوں کا سمندر دکھائی دے رہا ہے، حالانکہ ان عربوں کی بغل میں ان کے بھائی کٹ رہے ہیں اور روزانہ سیکڑوں لاشیں اٹھائی جا رہی ہیں، لیکن پڑوسیوں کو کوئی فکر ہی نہیں۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ آگ ان کے آنگن کا بھی رخ کر کے سب کچھ ناکستر کر سکتی ہے۔ جن حالات سے آج غزہ والے دوچار ہیں، خدانخواستہ کل کو ہم بھی ایسے حالات سے آسکتے ہیں، جہاں شہادتی تمنا تجھ سے وہاں ماتم بھی ہو سکتا ہے۔ افسوس! ہمارا مجموعی رویہ غیروں سے ذرا بھی مختلف نہیں، آگر غزہ کے چودہ ہزار بچوں کی لاشیں بھی ہمارے ماتھے پر شکن نہیں لا سکتیں تو یقین مانیے کہ ایسے مسلمانوں کو مسلمان کہلانے کا کوئی حق نہیں۔

مولانا غیاث الدین دھام پوری – محلہ بندوقیان، دھام پور (بجنور)

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ بتائی گئی آراء ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

سہارا انڈیا ماس کیونی کیشن کیلئے پرنٹر و پبلشر **ضیاء قادری** نے سہارا انڈیا ماس کیونی کیشن پریس C-2,3,4، نوئیڈا میں چھپوا کر اور 705-706، ساتویں منزل، نورٹک ہاؤس، 21 کے جی مارگ، نئی دہلی سے شائع کیا۔
Printed & Published by **Zia Qadri**, on behalf of **Sahara India Mass Communication** and Printed at **Sahara India Mass Communication Press**, C-2, 3, 4, Sector-11, Noida and published at **705-706, VIIth Floor, Navrang House, 21 K.G. Marg, New Delhi**
ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر: عبدالماجد نظامی ■ ریزیڈنٹ ایڈیٹر: محمد فخر امام* Editor & Group Editor: **Abdul Majid Nizami** (editor.nizami@gmail.com) Resident Editor: **Md. Fakhre Imam** (fmam16@gmail.com)*
For Editorial/News: rsahara1@gmail.com ■ **Advertisement (National)**: ■ 9891773434, 9899452476 **Email**: adsahara@gmail.com
www.roznamasahara.com ٹیلی فون نمبر دہلی دفتر: 011-23352369, 23352368،